دین کی خدمت کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس رقم کا ذکر مولوی صاحب سے نہیں کیا۔ کہ شاید وہ نہ مانیں یا پسند نہ کریں۔ لوگ تحفے پھل وغیرہ بھیجتے تھے۔ حضور اس میں سے کچھ حصہ نکال کر سب سے پہلے ہم کو بھیجدیتے تھے۔

حضرت خلیفہ اول رضؓ نے بھی خلافت کے کئی سال بعد تک یہ ہی طریق جاری رکھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے لئے دو سیر روزانہ دودھ بھی مقرر کیا ہوا تھا

فیاضی اور غربا سے ہمدردی

والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حضور علیہ السلام غربا کے ساتھ بے انتہا ہمدردی فرمایا کرتے تھے! بعض بالکل ناواقف غیر احمدی آتے اور بتلاتے کہ فلاں مرد یا عورت کو غشی کی مرض ہے۔ یا کسی بچہ کو ام الصبیان ہے۔ یا کسی عورت کو کمزوری رحم ہے تو حضور فرماتے مجھ سے کستوری لے جاؤ۔ اور اتنی مقدار میں دیتے کہ کوئی سونف یا اجوائن بھی اسطرح نہیں دیتا۔ حضور علاج کے لئے دودھ اور یخنی استعمال کیا کرتے تھے۔ مگر اگر کسی کا بچہ رو پڑتا تو سالے کا سارا پیالہ اسے دیدیتے

تعلق باللہ اور نماز کا خیال

والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام باوجود کمزوری صحت کے سخت محنت فرماتے۔ اور ہر وقت تصنیف کے کام میں مشغول رہتے۔ اس زمانہ میں اڈ یٹسنڈ رنٹ تو تھے نہیں۔ کمرے کے دونوں طرف دواتیں رکھی ہوتیں۔ ٹہلتے جاتے اور لکھتے جاتے۔ اور جس طرف جاتے دوات میں قلم ڈبو لیتے۔ سوائے تصنیف اور نماز کے کوئی خیال نہ ہوتا۔ ماں جی ملازمہ تھی۔ بعض دفعہ نماز میں ابھی ایک گھنٹہ ہوتا۔ مگر گھبرا کر پوچھتے ماں جی نماز کا وقت تو نہیں ہوگیا۔

والدہ صاحبہ کی باریک نظر

ہماری والدہ صاحبہ بے حد باریک بین ہیں مجھے اپنا تجربہ ہے کہ اپنا چھوٹا سے چھوٹا نقص بھی میں کبھی ان سے چھپا نہیں سکا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں کئی سال حضرت مسیح موعودؑ کے مکان میں رہی۔ اور خوب حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا مطالعہ کیا۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ کبھی کوئی خفیف سا خفیف نقص بھی مجھے نظر نہیں آیا

عاجز عرض کرتا ہے کہ والدہ صاحبہ کی طبیعت کے پیش نظران کی اس شہادت سے میرا ایمان حضرت مسیح موعود پر جس قدر بڑھا۔ ہزار دلائل سے بھی کبھی نہیں بڑھا۔ میرے اطمینان قلب کے لئے تو حضرت مسیح علیہ السلام کی صداقت کے لئے یہی سب سے بڑی دلیل ہے

(عبدالوہاب عمر خلف حضرت خلیفہ اول رضؓ)

(خامہ اثر: جناب سید ابوالحسن صاحب قدسی)

ترے نظارہ رخ میں ہزاروں دل تڑپتے ہیں ‏— جبیں میں مہر و مہ گویا صداقت کے چمکتے ہیں

مبارک تجھکو سلطان القلم ہو فتح کا سہرا ‏— گرا تا خرمن باطل پہ بجلی ہے قلم تیرا

سراسر پیکر حلم و حیا نور خدا تو ہے ‏— بروز مصطفیٰ تو اور خورشید ہدیٰ تو ہے

ترے ہر کام میں آتا نظر ہے ہاتھ قدرت کا ‏— خدا کی نصرتیں پیہم نشاں تیری صداقت کا

تری تقریر سے ہوتی ہے پیدا روح ایماں کی ‏— تری تحریر میں تاثیر ہے اعجاز قرآں کی

حقیقت مذہب اسلام کی پھر تو نے بتلائی ‏— رسول اللہ کی عظمت دلوں میں تو نے بٹھلائی

جنھیں نفرت تھی حق سے اور تھے جو دین سے غافل ‏— کئی ہیں ان میں سے جو ہوگئے اسلام کے قائل

وہ دل محروم حق ہے جو عداوت تجھسے رکھتا ہے ‏— ترا دشمن خدا سے برسر پیکار ہوتا ہے

بنو منکر نہ لوگو جب حقیقت ہوگئی ظاہر ‏— ذرا انجام کو سوچو تمھیں مرنا بھی ہے آخر

گھٹا چھائی تھی اس سے پہلے سب دنیا پہ ظلمت کی ‏— مسلمانوں پہ آئی تھی مصیبت سخت غربت کی

ضروری تھا سو ایسے وقت میں مامور کا آنا ‏— جو دنیا کو خدا کے نور کا اک جلوہ دکھلاتا

حَکَم ہو کر مسیح و مہدی دوران آیا ہے ‏— زمانہ کا تقاضا ہے خدا کا بھی یہ منشا ہے

خدا کی وحی سے جھگڑے مذاہب کے مٹائے سب ‏— مسائل میں نہ کوئی عقدۂ مشکل رہا ہے اب

جہان تیرہ کو روشن کیا شمع ہدایت سے ‏— اٹھایا ملت اسلام کو قعر مذلت سے

مسیحا! ایک ادائے ناز سے روحوں کو تڑپا دے

دم قدسی ترا وہ ہے جو مردوں کو بھی گرما دے

قدسی

دار الامان قادیان آج سے تیس ۳۰ سال پہلے

(از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

ہم غفار اکے یکہ پر قادیان دار الامان پہنچے ایک بڑ کے نیچے ہمیں اُتار اگیا۔ وہاں اپنا اسباب سنبھالا۔ اور مسجد اقصیٰ کا رستہ پوچھا۔ سامنے ہی ایک بازار تھا۔ جو آجکل رونق پر نہیں ہے اس سے گذر کر ہم چوک میں پہنچے۔ تو اذان کی دلربا آواز نے ہمیں بتا دیا کہ مسجد اقصیٰ یہی ہے۔ وہاں سے مہمان خانہ میں لائے گئے۔ سید احمد نور کے بھائی سید صاحب نور ان دنوں زندہ تھے۔ (میرے سامنے ہی حضرت مسیح موعود کے ایک الہام مستطبر: پیشگوئی موت فجاۃ کے مطابق فوت ہو گئے)

مہمان خانہ کے ساتھ ایک دکان سی تھی اس میں بود و باش تھی۔ لنگر خانہ دفتر طبع و اشاعت کے سامنے والے مکان میں تھا۔ بہت ہی مختصر۔ میں دائم المریض تو تھا ہی۔ سفر کی کوفت سے مجھے خفیف سی حرارت ہو گئی حضرت حکیم الامۃ مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ خود دریافت حالات کے لئے تشریف لائے ایک قدح آلوبخارا وغیرہ کا رکھ دیا گیا جس کا آب زلال میرے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنے گھر سے ہمیں بستر بھجوایا۔ جناب شیخ یعقوب علی صاحب نے پنکھا بھیجا۔ اس طرح سلسلہ کے بزرگ روزانہ مہمان خانہ میں آکر مہمان نوازی کا وظیفہ ادا کرتے رہتے۔ اور پرسش حال کے بعد مہمان کی خاطر و تواضع میں حصہ لیتے

تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلباء اسی جگہ پڑھتے تھے۔ جہاں آجکل مدرسہ احمدیہ کے طلباء ہیں ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ جہاں لیکچر ہو رہے تھے ہمارے کرم شیخ عبد الرحمان صاحب فاضل مصری نے نہایت اعلیٰ تقریر کی اور میں دنگ رہ گیا۔ جناب الحاج مولانا عبد الرحیم صاحب نیر صدر نشین بزم تھے۔ جنہیں ہر قسم کی معلومات بہم پہنچاتیں۔ اور تقاریر پر بڑا اچھا تبصرہ کر کے ہمارے علم و ایمان میں اضافہ فرمایا

ہم نے پنڈت سومراج وغیرہ شبھ چنتک والوں سے بھی ملاقات کی۔ اور لالہ ملاوا مل سے بھی ملے۔ لالہ سکھرام ایک بزاز تھے۔ اور اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شاگرد بتلاتے تھے۔ اور ثبوت کلمہ طیبہ اور سورۂ الحمد مع ترجمہ پڑھ کر سنایا کرتے تھے

بورڈنگ میں بھائی محمود احمد صاحب اور ایسے کئی طلباء کا نمونہ نہایت روح پرور ایمان افزا تھا۔ یہ طلباء بڑے التزام کے ساتھ نماز تہجد کے لئے بیدار ہوتے۔ مسجد مبارک کا صرف ابتدائی حصہ تھا جو گلی پر مسقف تھا۔ ایک صف میں ۵ اور بڑی مشکل سے ۶ آدمی آجاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز ظہر سے کچھ پہلے تشریف لا کر بیٹھ جاتے اور باہر سے آنیوالے مہمان انفاس طیبہ سے مستفیض ہوتے حضور کی عادت مبارک تھی کہ پگڑی کے شملے سے اپنے لب ہائے مبارک کو ڈھانپ لیتے۔ اور کبھی تو کسی تازہ وحی یا تازہ نشان کا ذکر فرما کر اس پر تقریر شروع فرما دیتے اور کبھی کسی کے سوال پر سلسلہ تقریر شروع ہو جاتا۔ اگر خاموش بیٹھتے تو تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد سبحان اللہ سبحان اللہ زبان مبارک سے فرماتے میں نے خود کئی بار سنا۔ آپ کی نگاہیں ہمیشہ نیچی رہتیں۔ اور کبھی کبھی بحالت خاص آنکھیں اوپر اٹھتیں تو ان میں ایک خاص چمک محسوس ہوتی۔ میں اس نظارہ کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

مجلس میں اپنے وابستگان دامن کا نام ہمیشہ عزت سے لیتے اور عموماً "آپ" سے خطاب فرماتے صبح ۸ - ۹ بجے سیر کے لئے بھی تشریف لے جاتے جو ان دنوں عموماً بسراواں والے رستہ پر ہوتا تھا۔ اور میں اب دیکھتا ہوں کہ جدھر جدھر قدم مبارک پڑے ہیں اُدھر اُدھر اب آبادی ہی آبادی ہے۔ یہ سب حضور کے قدموں کی برکت ہے۔

حضرت مولانا نور الدین صاحب کا حلقہ درس خصوصیت سے مرجع خلق تھا۔ آپ مطب فرماتے تو زبان مبارک سے عموماً کوئی نہ کوئی نکتہ معرفت بیان کرتے جاتے۔ اس کے بعد مختلف کتب کا درس ہوتا۔ صحیح بخاری کے درس میں اچھی خاصی رونق ہو جاتی۔ مجھے تو جب کسی مضمون کی ضرورت ہوتی کچھ دیر کیلئے اس محفل مقدس میں جا بیٹھتا اور اپنا دامن مراد بھر لاتا

ان دنوں مکانوں کی بہت قلت تھی اور ایک ایک مکان میں چادر یا ٹاٹ کے پردوں سے کئی اہل بیت گذارہ کرتے تھے۔

بستی میں بھی کئی مکان کرایہ پر لئے جاتے تھے مگر کچھ مخالفت اور اجنبیت کی وجہ سے اور کچھ اسلئے کہ ان میں نہ تو روشنی و ہوا کا بندوبست تھا۔ اور نہ گنجائش بہت دقت پیش آتی رہتی تھی۔ مگر جو کچھ ملتا تھا باغ عدن کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتا تھا

اسوقت موجودہ حالات کے مطابق ضروریات کا تو کیا ذکر نہایت ضروری اشیاء بھی یہاں کے بازار سے نہیں ملتی تھیں۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے ہی خدا تعالیٰ نے جہاں یاتون من کل فج عمیق کا نظارہ دکھایا اور ہر ملک اور قوم کی سعید روحوں کو یہاں جمع فرمایا ویسا ہی یاتیک من کل فج عمیق کے ماتحت ہر ضروری آرام دہ چیز کو ہمارے لئے مہیا فرما دیا۔

اب تو موٹر ہیں۔ ریل ہے۔ تار ہے۔ بجلی آ رہی ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ جو مزا یکہ کے دھکوں میں تھا۔ اس کی قدر بھی وہی کچھ جانتے ہیں جن کو ایسے مواقع پیش آ چکے ہیں۔ اب یکے ایسے معدوم ہوئے کہ پچھلے دنوں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو یکے کی تصویر کی ضرورت تھی تو اس طرز کا یکہ نہیں ملتا تھا۔ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں سواری کرنی پڑتی تھی۔

(اکمل)

در فراقِ قادیان

از جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن

آہ! وہ دار الامان قادیاں
قادیاں جنت نشانِ قادیاں

کھب گئی دل میں ہر اک اُس کی ادا
بس گئی آنکھوں میں شانِ قادیاں

نعمتِ ایماں ۔ مے عرفاں ملے
عرش سے اُترا ہے خوانِ قادیاں

عشقِ مولیٰ میں ہر اک رنگین ہے
جو بھی ہے پیر و جوانِ قادیاں

نونہائے چشم ہے میرے لئے
خاکپائے ساکنانِ قادیاں

کر رہے ہیں جان و دل کو بے قرار
نغمہ ہائے بلبلانِ قادیاں

جی کو تڑپاتی ہے اب میرے بہت
یادِ یارِ مہربانِ قادیاں

پھر وہی رستہ مری آنکھوں میں ہے
جس پہ ہیں رہروانِ قادیاں

بوئے گیسوئے یار پھر آنے لگی
ہے مہکتا بوستانِ قادیاں

یاد آتا ہے جمالِ روئے دوست
سرورِ خوباں و جانِ قادیاں

وہ بھی دن ہونگے کبھی میرے نصیب
میں ہوں اور ہو آستانِ قادیاں

پھر میں دیکھوں کوچۂ دلدار کو
پھر بنوں میں میہمانِ قادیاں

یاد آتا ہے بہشتی مقبرہ
سو رہے ہیں عاشقانِ قادیاں

جاں فدا کردوں مزارِ یار پر
گوہرِ شب تاب کانِ قادیاں

یعنی وہ جو چودھویں کے چاند تھے
مہدیٔ آخر زمانِ قادیاں

وارثِ تختِ شہنشاہِ رسل
مورثِ نسلِ شہانِ قادیاں

منارۃ البیضاء مسیح قادیان

از قلم — قریشی محمد صادق صاحب شبنم بی اے سرحدی

توکہ انگشتِ شہادت کی طرح استادہ ہے
آسماں قدموں میں تیرے گرنے پر آمادہ ہے
کوکب و خورشید شمعوں کے تری پروانے ہیں
مشتری اور زہرہ گردوں ترے دیوانے ہیں
کنگروں پر بیٹھ کر تیرے فرشتے صبح و شام
دیتے ہیں اہلِ نظر کو امن و اماں کا پیام
سرزمینِ قادیاں میں مثلِ نخلِ طور ہے
تو سراپا نور ہے ہاں تو سراپا نور ہے
بام تیرا ہے تخیل سے مرے بڑھ کر بلند
فکرِ شاعر کی پہنچتی ہے نہیں داں تک کمند

خندہ زن ہے تیری رفعت پستیٔ اقوام پر
برق زن ہے نور تیرا ہستیٔ اوہام پر

مصطفیٰؐ کی آنکھ نے دیکھا تھا جس خورشید کو
اور ترستی آنکھ ملت کی تھی جس کی دید کو
بام پر تیرے ہوا جلوہ نما وہ آفتاب
آہ! لیکن آنکھ ملت کی ہے اب تک محوِ خواب
کس طرح ان کو جگائے کوئی ان کے خواب سے
کس طرح کوئی نکالے ان کو اس گرداب سے
آہ کیا انجام ہوگا ان کا مجھ کو غم ہے یہ
دو جہاں میں ذلت و رسوائی ہو تو کم ہے یہ
صاف باطن کے لئے نظارہ ہے تیرا نشاں
دیدۂ ظاہر پرست اب تک ہے مغلوبِ گماں

دیدۂ خفاش ہے محرومِ نورِ آفتاب
چشمِ نابینا سے ہے مستور حسنِ بے حجاب

گلستاں میں آگیا بادِ بہاری کا پیام
ساقیٔ گل خندہ لب محفل میں ہے آتش بجام
قمریاں شاخِ صنوبر پر ہوئی ہیں نغمہ سنج
اور عنادل کی چہک کرتی ہے استیصالِ رنج
شاخِ نازک منٹ میں لیتی ہے سو انگڑائیاں
ہر لبِ غنچہ کرتا ہے تبسم آرائیاں
اسقدر نظارہ ہے مجذوبِ تصویرِ جمال
چشمِ نرگس کو ہوئی ہے جنبشِ مژگاں محال
بوم اور خفاش کو نظارہ سے ہے کیا غرض
بڑھتا ہے سو سو طرح سے ان کی وحشت کا مرض

چبھتی ہے ان کو کرن خارِ مغیلاں کی طرح
نور سے نفرت ہے ان کے دل کو ارماں کی طرح

نغمۂ شیریں بلبل فصلِ گل کی ہے دلیل
اور صحرا میں نشانِ کارواں بانگِ رحیل
ہستیٔ مے پر ہے شاہد کسوتِ مینائے سرخ
سوزِ پروانہ ہے غمازِ گلِ سینائے سرخ

اور تو ہے تا بقائے گردشِ لیل و نہار
"مہدیٔ امت کی سطوت کا نشانِ پائدار"

قصرِ الحمرا ہے عبرت دیدۂ سیارہ کو
اور فراموشی نے ڈھانپا آفت کی مینار کو
حوضِ کشتی غوطہ زن ہے آبِ استعجاب میں
دستِ قدرت نے ہے ڈالا اسکو کس گرداب میں
جامعِ قسطنطنیہ فاتحِ اعظم کی یاد
عظمتِ پارینہ اسکو کہہ گئی ہے خیر باد
اک نشاں ہیں قسمتِ برگشتہ کا اہرامِ مصر
کس قدر بدلے ہیں اب تک جلوہ ہائے بامِ مصر
اے کہ تیرے سامنے ہے سرنگوں بامِ فلک
رہتے ہیں تیری حفاظت کو سدا حاضر ملک
یورشِ ایام کا تجھ پر اثر کچھ بھی نہیں
تجھ کو مٹ کر خاک ہونے کا خطر کچھ بھی نہیں

"تیری شمعوں سے تسلی راہ پیما کو رہے"
حسن تیرا منظرِ خوش چشمِ بینا کو رہے

بعثت ثانی

انسانی طبائع میں محبوب کی واپسی کی ہوس ہے اور محبت کا جذبہ متقاضی ہے۔ کہ محبت کرنے والا، تسلی دینے والا، نبکر کہدے کہ "میں پھر آؤں گا"۔ بچوں کی لوریوں میں مغربی مائیں گاتی ہیں " چاندی کے بادبان مغربی پانیوں پر نکل آتے ہیں اور اب ننھے کے ابا اپنے آشیانہ میں آ جائیں گے"۔ اور سفر پر جانیوالا باپ دنیا بھر میں کہتا ہے۔ گھبراؤ مت میں جلدی آؤں گا"۔

یہی اثر عالم روحانی میں ہے۔ موسیٰؑ نے خدا سے اپنے جیسے نبی کو برپا کئے جانے کی تسلی بخش خبر پالی اور مسیح نے پھر آنے کا وعدہ کر دیا۔

سرکار دو عالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر دی اور اشاروں میں کہدیا کہ گھبراؤ مت ہم خود آ جائینگے۔ غرض ذات انسانی کا تقاضا ہے کہ وہ محسن و محبوب کو پھر دیکھنے کی متمنی ہے اور اس کے مطابق بعثت ثانی کا مسئلہ ہے

بعثت ثانی کا مفہوم

کافر و مومن میں ایک فرق یہ ہے کہ اول الذکر الفاظ کی پرستش کرتا ہے اور ہوائے نفس کا تابع ہو جاتا ہے۔ اور موخر الذکر کو علم کی روشنی میں قشر کی بجائے مغز کو لیتا ہے اور الفاظ کی بجائے معانی سے مستفیض ہوتا۔ اور اپنی خواہش کو ترک کرکے خدا کے پیغام پر توجہ دیتا ہے

یہود نے مسیح کا انکار اسلئے کیا کہ ان کی کتابوں میں الیاس کا آسمان سے اُترنا مسیح کا یہودیوں کو داؤد کی سلطنت بخشنا۔ اور پر جلال بادشاہ ہو کر آنا لکھا تھا۔ مگر حضرت ابن مریم کی بادشاہت محض روحانی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہود اب تک دیوار گریہ کے ساتھ کھڑا ہو کر "مسیح" کو پکارتا ہے اور روتا ہے۔ اسرائیل کی مصیبت پر آنسو بہاتا ہے اور اپنے مفروضہ بادشاہ کو بلاتا ہے۔ مگر مسیحی ایمان کی روشنی سے منور ہوا حضرت ابن مریمؑ پر ایمان لایا۔ اس نے الیاس کی بعثت ثانی یوحنا میں دیکھ لی۔ لفظ پرست نہ بنا معنی کا مطیع ہوا۔

گو مسلمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح کی آمد ثانی کے متعلق یہود کی غلطی کا مرتکب ہوا۔ مسلمان مسیحی سے ایک قدم آگے بڑھا اس نے فاران سے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنے کا جلوہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں تسلیم کیا۔ مگر ابن مریمؑ کی آمد ثانی کے چکر میں یہود کے کعبہ کفر کا طواف کرنے لگا۔

احمدی اور غیر احمدی

ہر احمدی اور غیر احمدی میں یہودی و مسیحی کا سا فرق ہو گیا۔ ایک لفظ پرست ہے۔ اور آخری زمانہ کی تمام پیشگوئیوں کو جو بعثت ثانی سے تعلق رکھتی ہیں الفاظ کے مطابق ظہور پذیر ہوتے دیکھنے کا خواہشمند ہے اور دوسرا ایمان کی روشنی میں الفاظ کا مفہوم اور استعارات کا مطلب سمجھتا ہے۔ ایک دنیوی بادشاہت کفار سے جہاد سیف کے خواب دیکھتا ہے۔ اور دوسرا پہلے مسیح کی آمد میں تمام پیشگوئیوں کا حل پاکر احمد مسیح موعودؑ پر ایمان لاتا ہے

شیخ سنوسی

مینے شیخ سنوسی صاحب سے مکہ معظمہ میں دریافت کیا کہ (شیخ صاحب کے صاحبزادے و خلیفہ جو اطالوی ہاتھوں سے قتل ہو چکے ہیں) آیا آخری زمانہ کی پیشگوئیوں کی نسبت آپ لفظاً لفظاً پورا ہونے پر یقین رکھتے ہیں یا ان کو استعارات سمجھ کر ان کا معناً پورا ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں؟ صاحب موصوف نے جواب دیا "لفظاً لفظاً" اس سوال و جواب کا مطلب یہ تھا کہ آیا مہدی مسیح آکر تلوار سے اشاعت اسلام اور کفار پر جہاد کرینگے اور دجال یاجوج ماجوج دابۃ الارض کی تاویل و تعبیر ہوگی۔ یا یہ پیشگوئیاں لفظوں کے مطابق پوری ہونگی۔ اور جواب یہ تھا کہ ہم لڑیں گے۔ جہاد کریں گے دجال بڑا کانا جن آئے گا۔ اسے قتل کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ

پرانا اور نیا اسلام

اب مسلمان اسقدر یہودی عقیدہ کا شکار ہو چکے ہیں اسرائیلیات نے ان پر اسقدر اثر جما لیا ہے کہ ؏

"مسلماں را مسلماں باز کردند"

کے سوا چارہ نہیں۔ پہلے مسیح نے فرمایا کہ "میں تو جو کچھ کھویا جا چکا ہے اسے تلاش کرنے اور بچانے کے لئے آیا ہوں"۔ یہی مقصد دوسرے مسیح کا ہے۔ اور موجودہ مسلمان قرآن پاک کی تعلیم سے اسقدر دور ہو چکا ہے کہ حاملین قرآن پیروان مسیح موعود جب آسمان سے دوبارہ واپس لائے ہوئے قرآن کو پیش کرتے ہیں تو دنیا کہتی ہے کہ یہ اسلام نیا ہے

پیرس میں ایک کانفرنس مذاہب پر حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں احمدی نمائندے کے مضمون پر لوگوں نے کہا "یہ نیا اسلام ہے"۔

کانفرنس مذاہب لنڈن ۱۹۲۴ء میں سر تھیوڈر ماریسن نے خطبہ صدارت میں احمدیت کی طرف اشارہ کرکے کہا

"میں خوش قسمت ہوں کہ میں زندگی میں اسلام کے اندر ایک امن پسند تحریک دیکھتا ہوں"۔

"مسلم ورلڈ" قاہرہ بابت مارچ ۱۹۳۵ء میں پرانا نیا اسلام" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ اور مضمون نگار مسلمانوں کی اصلاحی کوششوں کو نیا اسلام قرار دیتا ہے۔ اور پرانے اور نئے اسلام میں سب سے بڑا امتیاز انسائیکلو پیڈیا آوف اسلام کے حوالہ سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ "جہاد کی تعلیم کو ترک کر دینے سے اسلام سے بالکل دست برداری لازم آتی ہے"۔ اور پرانا اسلام یہ ہے کہ نعرہ اللہ اکبر کے ساتھ کافروں کا قتل عام اور ان کے اموال و متاع کا لوٹنا اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنانا" شروع ہو جانا چاہیئے۔

یہ خیال محض دشمن کا حملہ نہیں بلکہ مسلمان علماء کے عقیدہ اور مسلمان سلطنتوں کے عمل درآمد کے مطابق ہے

مجھ سے حج کو جاتے ہوئے ایک سنی مولوی صاحب نے اور جدہ میں ایک شیعہ عالم نے اس کے متعلق دل کھول کر گفتگو کی اور اپنے ایمان کا اظہار کیا کہ کفار کی اطاعت عارضی اور مجبوراً ہے۔ اور ایک خاتون نے کوتنگ میں مجھ سے کہا :-

"آپ کے حضرت نے کتنے کافر قتل کئے ہیں کہ ہم ان کو مہدی تسلیم کریں"۔

احمدیت حقیقی اسلام ہے

چونکہ حق ہمیشہ نقطۂ وسطی پر ہوتا ہے۔ انتہائی نقاط حقیقت سے دور ہوتے ہیں اسیطرح پرانے علماء اور ان کے ہم عقائد کافروں کو قتل کرنے کا مذہب رکھنے والے سیاستیں غلطی پر ہیں۔

جو مذہب خدا کی مخلوق پر ظلم و جبر کی تعلیم دیتا ہے اس کا نام اسلام (صلح و امن) نہیں ہو سکتا۔ اور جو لوگ جہاد کا مطلق انکار کرتے ہیں۔ وہ بھی غلطی پر ہیں۔ جہاد کی تعلیم اسلام نے دی ہے۔ مگر جہاد بالسیف صرف ضرورت کے وقت جائز ہے۔ جس طرح کثرت ازدواج، طلاق و غلامی ضرورت کیوقت بطور ضروری برائیاں Necessary evils کے جائز ہیں۔ اسیطرح کشت و خون کی مجبوری کیوقت بطور اندفاع اجازت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے پرانے اسلام کا منظر دکھایا۔ اور حضور نے اپنی امت کو یہود کے مثل دیکھ کر مسیح کی آمد کی خبر دی اور فرمایا کہ خون آشام غارت پسند غازیوں کو بدلے گا اور یضع الحرب یعنی دین کی تمام جنگوں کا اختتام کر دے گا۔ اور جنگ و قتال کو دین کی اشاعت کے لئے حرام کر دے گا۔ اسلئے مسیح موعودؑ نے آکر حکم دیا ؎

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

پس حقیقی اسلام ہر دو خیالات کے بین بین ہے - خونی مہدی کی آمد کا عقیدہ - تلوار سے جبراً مسلمان کرنے والا جہاد اسلام میں جائز نہیں - اور نہ ہی جہاد سے مطلق انکار ہے - احمدیت حقیقی اسلام ہے۔ اور مسیح موعود تعلیم دیتے ہیں کہ اب نفس کو قابو کر کے جہاد سے اسے مغلوب کر کے اموال اور نفوس سے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرو۔

مسیح موعودؑ کا پیغام

کشت و خون کی تعلیم - لوٹ و غارت گری و شہوت و لغویات کی عادی قوم کو جو ملاازم اور جھوٹی اور جاہلانہ تفاسیر کے بوجھ سے لدی ہی تھی ایک ہادی کی ضرورت تھی - اُسے اللہ نے بھیجا اور پرانے اور نئے اسلام کا نقشہ اُس کے سامنے اسطرح کھینچا۔

آپ نے ایک پھلدار درخت دیکھا جس پر بیل چڑھ گئی تھی اور اسے اسقدر ڈھانپ اور جکڑ لیا تھا کہ اس درخت کی شکل نظر نہ آتی تھی - اس نے پھل تو کیا دینا تھا وہ خشک ہو رہا تھا - تب خدا کے فرشتے نے آپ کے دست مبارک میں ایک درانتی دی اور کہا کہ اس بیل کو کاٹ ڈالو - آپ نے اس بیل کو کاٹ ڈالا - اور پھلدار درخت نمودار ہوا - تب خداوند خدا محمد رسول اللہ کے رب العلمین کے فرشتے نے کہا کہ یہ درخت اسلام کا درخت ہے اور بیل اس کی طرف منسوب کئے ہوئے عقائد ہیں - آپنے اُن کو کاٹ کر اصل ثمر اور شجر کی شکل ظاہر کر دی اور اس کے ثمر دنیا کو پہنچاتے ہیں یہ ہادی مسیح موعود - بیل چڑھا اسلام - اور بیل سے نجات یافتہ ثمردار درخت نیا اسلام احمدیت ہے۔

ایک اور مثال ہے جس سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے دیکھو اسلام کا شاندار محل اُس آقا نے تیار کر کے دیا جو ماضی و حال اور مستقبل کو جانتا ہے - مگر محل کے رہنے والے نادان بچوں نے کوئلہ کی لکیریں کھینچ کر سفیدی خراب کر دی اور خون کے دھبے تمام دیواروں میں لگا دیئے چھت میں سوراخ اور فرش میں گڑھے پیدا کر دیئے تب آقا نے پھر سے صفائی کرائی اور صحیح و سالم دیواروں اور بنیادوں کو چھوڑ کر دیواروں پر سفیدی چھت و فرش کی مرمت کرائی بگڑا اسلام خراب شدہ اور نیا اسلام حقیقی اسلام صفائی کردہ محل ہے جس کا نام احمدیت ہے - آقا وہی ہیں جو پہلے مثیل موسیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر آئے اور اب احمد مسیح موعود ہو کر نمودار ہوئے اور فرمایا:-

مبارک وہ جو مجھے قبول کرتا ہے اور بد قسمت ہے وہ جو مجھ سے دور رہتا ہے - کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے

(مسیح موعودؑ)

اللھم صل علی محمد و علی عبدہ المسیح الموعود وبارک وسلم

اے رُدّر گئوپال تیری مہما گیتا میں لکھی ہے

(نتیجۂ فکر جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم)

نین رسیلے چھب متوالی — سج دھج تیری مہا نرالی — سُندر چال اور ڈھال
براجے منموہن گیو پال

اُترے آکر بیاس کنارے — روپ مسلمانوں کا دھارے — کاٹا جگ کا کال
براجے منموہن گیو پال

بھولی بسری گئویں ساری — بھاگی آئیں ماری ماری — بنسی کی سُن تال
براجے منموہن گیو پال

بھگتوں کو دی پریم سکھشا — دکھیوں کو آنند کی بھکشا — بن کر دین دیال
براجے منموہن گیو پال

پورے ہو ہیں لکھشن سارے — گرہن لگے اور ٹوٹے تارے — مری - کال - بھونچال
براجے منموہن گیو پال

دکھیا کے سب دکھ ہیں چھوٹے — پاپوں کے بندھن سب ٹوٹے — دور ہوئے جنجال
براجے منموہن گیو پال

نارائن کی لگن لگا کر — من میں پریم کی جوت جگا کر — جیون دیا اجیال
براجے منموہن گیو پال

جن کی مہما ہے گیتا میں — چکر سدرشن ہاتھ میں تھامیں — بدھ کنیا دجال
براجے منموہن گیو پال

شری غلام احمد گردھاری — گورو جگت کے کرشن مراری — سب کو کیا نہال
براجے منموہن گیو پال

گاتے ہیں سنکھ میں سارے — سورج چاند ستارے تارے — دھرتی اور پاتال
براجے منموہن گیو پال

یہ تسنیم برہ کا مارا — پاپوں میں ہے گھرا بچارا — لینا اسے سنبھال
براجے منموہن گیو پال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح زندگی پر غور کرنے سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی زندگی حقیقی تصوف کا نمونہ تھی۔ اور آپ ان لوگوں میں سے تھے جو خدا کے ہو جاتے ہیں۔ اور جو دنیوی اسباب اور تدابیر کو ایک حد تک تو اختیار کرتے ہیں۔ لیکن اپنے نفع اور ضرر کا مالک سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں سمجھتے۔ نہ اپنے نفس کو۔ نہ اسباب وتدابیر کو۔ ان کے دل میں وہم بھی نہیں گذرتا کہ ظاہری اسباب یا تدابیر ہمیں کچھ نفع یا ضرر پہنچا سکتی ہیں۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور معاملہ تقدیر میں اپنے آپ کو مردہ بدست زندہ بنا لیتے ہیں۔ مشکلات اور مصائب کے وقت جبکہ ایک دنیادار انسان گھبرا اٹھتا ہے اور حصول کامیابی کے لئے اپنی تدابیر کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ اپنے قادر خدا کی قدرت پر کامل یقین رکھتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ خدا ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ اور اگر ہمیں کوئی مصیبت پہنچے گی تو وہ ہماری ترقی درجات کا موجب ہوگی۔ اسلئے وہ اپنے مولا کی طرف سے آئی ہوئی مصیبت پر بھی دل میں خوشی محسوس کرتے ہیں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ذرے سے بھی حقیر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتحیاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔" (انوار الاسلام صلا۲)

اور اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اور اس کی قضا و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے۔" (کشتی نوح صلا)

بایزید بسطامیؒ اور حضرت مسیح موعودؑ

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں لکھتے ہیں کہ بایزید بسطامی رح سے کسی نے دریافت کیا سہ

ما التصوف! قال وجدان الفرح
فی الفؤاد عند اتیان الترح

کہ تصوف کیا چیز ہے؟ تو بایزید نے جواب دیا کہ:۔ "تصوف مصیبت کے نزول کے وقت دل میں خوشی محسوس کرنے کا نام ہے"۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سے بڑھ کر فرماتے ہیں سہ

لنا عند المصائب یا حبیبی
رضاء ثم ذوق وارتیاح

اے میرے پیارے دوست جب ہم پر مصائب آتی ہیں تو ہمیں تین باتیں حاصل ہوتی ہیں

پہلی بات یہ کہ ہم اس تکلیف پر جو ہمارے محبوب کی طرف سے ہمیں پہونچتی ہے۔ راضی ہو جاتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ محض راضی ہو جانا تو کمال نہیں کیونکہ بعض وقت انسان کو کڑوی دوائی پینے کے لئے بھی راضی ہونا پڑتا ہے جو بامر مجبوری ہوتا ہے۔ لیکن ہمارا راضی ہونا بامر مجبوری نہیں۔ بلکہ ہمیں اس میں ایک مزا محسوس ہوتا ہے۔ پھر صرف مزا ہی نہیں بلکہ تمام تکان اور کوفت اتر جاتی ہے۔ اور ایک راحت محسوس ہونے لگتی ہے۔ ان باتوں کی تائید میں قارئین کرام کی خدمت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو واقعات پیش کرتا ہوں:۔

پہلا واقعہ

استاذی المکرم حافظ روشن علی صاحب رضی مرحوم نے قرآن مجید کی آیت وبشر الصابرین کا درس دیتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"جب میاں مبارک احمد صاحب مرحوم کا جنازہ مقبرہ بہشتی میں لے کر گئے تو ابھی قبر کے تیار ہونے میں کچھ دیر تھی حضرت اقدس وہاں بیٹھ گئے۔ اور حضرت خلیفہ اول مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا "مولوی صاحب! خوشیوں کے موقع بھی کبھی کبھی ملتے ہیں۔ ۱۸ سال کے بعد ہمیں یہ موقع ملا ہے۔ لوگ سوال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء مصائب کے وقت خوش ہوتے ہیں۔ اسلئے وہ انھیں مجنون کہتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی اصلاح کے لئے دو قانون رکھے ہیں۔ ایک قانون شریعت اور دوسرا قانون قضا و قدر۔ قضا و قدر خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ اپنے اس قانون قضا کی رو سے جس قدر بندے کی اصلاح کرنا چاہتا ہے کر دیتا ہے۔ ایسی ایک مصیبت چالیس سال کی نمازوں سے بڑھ کر ہے"۔

حافظ صاحب نے فرمایا کہ حضرت اقدس نے جو یہ فرمایا کہ ۱۸ سال کے بعد موقعہ ملا ہے۔ اس میں بشیر اول کی وفات کے موقعہ کی طرف اشارہ تھا

دوسرا واقعہ

استاذی المکرم حافظ روشن علی صاحب رضی مرحوم نے فتوح الغیب کے چھٹے مقالہ کا درس دیتے ہوئے یہ واقعہ سنایا کہ

"آتما رام ایک آریہ جج تھا۔ مولوی کرم دین ساکنہ بھیں نے جو مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دائر کیا ہوا تھا۔ وہ اسی کی عدالت میں چل رہا تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قید کرنے کے لئے پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ اور اپنے ارادہ کو مکمل کرنے کے لئے اس نے یہ تجویز کی تھی کہ فیصلہ ہفتہ کے روز آخری وقت میں جبکہ کچہریاں بند ہو جاتی ہیں سناؤں گا۔ اگلا دن اتوار ہوگا اس دن تو عدالتیں لازماً بند رہینگی۔ اسلئے انھیں اپیل کا موقع سوموار کے روز ملے گا۔ اور اسطرح کم از کم ایک دن اور ایک رات تو قید میں رہ سکیں گے۔ آپنے فرمایا کہ منشی احمد دین صاحب لدھیانوی ملازم نواب محمد علی خان نے سنایا کہ میں ان دنوں گورداسپور آیا ہوا تھا (اور دوران مقدمہ میں اکثر آتے رہتے تھے۔ حافظ صاحب) میں نے دیکھا کہ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب اور چند اور احباب مشورہ کر رہے تھے کہ اگر اس نے قید کا حکم سنایا تو ہم اپیل کرینگے۔ مجھ سے انھوں نے دریافت کیا تو میں نے کہا کہ یہ مشورہ فضول ہے جب ایک دفعہ ہتھکڑی لگ جائے اور قید خانے میں چلے جائیں تو ہماری عزت کہاں رہی پھر اپیل کا کیا فائدہ؟ تب انھوں نے کہا کہ آپ ہی بتائیں کہ کیا کرنا چاہیئے؟ تو میں نے کہا کہ ایک آدمی تلاش کرو جو ضامن بن سکے اور چار ہزار یا بیس ہزار وغیرہ جتنی ضمانت مانگنے کا احتمال ہو سکتا ہے اتنی جائداد کا وہ مالک ہو۔ اور بروقت ضمانت دے سکے۔ اور ایک درخواست اپیل کی لکھ کر اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستخط کرا لئے جائیں اور اپیل چونکہ سشن جج امرتسر کی عدالت میں ہوگی۔ اسلئے امرتسر میں ایک بیرسٹر کو ایکدن کی پوری فیس دیجائے اور وہ عدالت کے دروازے پر موجود رہے اور ایک موٹر اپنے قبضہ میں رکھنی چاہیئے۔ حکم سنتے ہی ارجنٹ تار دیا جائے اور وہ بیرسٹر جو امرتسر سشن جج کی عدالت کے دروازے پر کھڑا ہو اپیل داخل کر کے منظوری بذریعہ ارجنٹ تار اطلاع دیدے۔ یہ رائے سن کر سب عش عش کر اٹھے کہ یہ رائے بہت اچھی ہے تب انھوں نے کہا کہ آپ ہی حضرت صاحب کے پاس جا کر اس رائے کو پیش کریں میں گیا۔ حضرت صاحب لیٹے ہوئے تھے میں حضور کے پاؤں دبانے لگ گیا باتوں باتوں میں میں نے ذکر کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ جج دشمن ہے اور اس کی نیت ٹھیک نہیں۔ آپنے فرمایا کہ ہاں ہے تو دشمن ہی تو میں نے کہا کہ کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ آپنے فرمایا۔ خدا ہی جانے۔ میں نے کہا کہ مجھے ایک تدبیر سوجھی ہے۔ جب میں نے بیان کی تو آپ لیٹے ہوئے تھے سن کر بیٹھ گئے اور فرمایا:۔ "منشی صاحب! یہ تو انسانی تدبیر ہے۔ اگر یہ کیجائے تو اسطرح خدا تعالیٰ کا نشان مٹتا ہے"۔ یہ سن کر میں خاموش ہو گیا۔ اور ادھر آتما رام نے چھ مہینہ قید اور پانچسو روپیہ جرمانہ لکھا ہوا تھا۔ سنا گیا ہے کہ ڈپٹی کمشنر کو پتہ لگا تو اس نے جھگڑا کر کے اس سے سزا بدلوائی کہ چھ مہینہ قید یا پانچسو روپیہ جرمانہ۔ یعنی ڈپٹی کمشنر کے سمجھانے پر اس نے حکم میں چھ مہینہ قید یا پانچسو روپیہ جرمانہ لکھا تھا جب حکم سنانے کا وقت آیا تو اس نے خوب اچھی طرح پولیس کا انتظام کیا ہوا تھا۔ اور عدالت کے ارد گرد سپاہی کھڑے تھے۔ اور اندر جانے کی اجازت کسی کو نہ تھی۔ یہاں تک کہ خواجہ کمال الدین صاحب جو اسوقت آپکے مقدمہ کی پیروی کر رہے تھے ان کو بھی اجازت نہ دی۔ آپ اندر داخل ہو گئے اور اس نے حکم سنا دیا۔ تو آپنے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور پانچسو روپیہ کا نوٹ میز پر رکھ دیا۔ اور رکھ کر باہر تشریف لے آئے۔ اور یہ نوٹ پانچسو روپیہ کا اسی دن نواب محمد علی خان صاحب نے مالیر کوٹلہ سے بطور نذر بھیجا تھا۔

اس واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی ذات پر کس قدر بھروسہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے خود ہی ایسا انتظام کر دیا کہ جو کسی کے وہم و خیال میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔

خاکسار

جلال الدین شمس

فتح و سلامتی کا شہزادہ مسیح موعود علیہ السلام

مفتری ہوتا ہے آخر اس جہاں میں روسیہ
جلد تر ہوتا ہے برہم افترا کا کاروبار
(المسیح الموعودؑ)

(از جناب ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم بی اے۔ گجراتی)

(۱)

خدا تعالیٰ نے اپنے ازلی و ابدی قانون کی رو سے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ہی ہمیشہ غالب رہیں گے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (مجادلہ ع ۳) جب ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ دنیوی سلطنتیں اور حکومتیں اپنے باغی کو کبھی بے سزا نہیں چھوڑتیں۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ جو شخص خدائی سلطنت کا باغی ہو الٰہی سلطنت کا حکمران اور فرمانبردار بننے کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہو۔ اس کو اللہ تعالیٰ بے سزا چھوڑ دے؟ خدا تعالیٰ کا اٹل قانون ہے کہ وہ جھوٹے مدعی الہام کو ۲۳ برس کے عرصہ کے اندر نیست و نابود تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ایک مثال بھی اس کے خلاف پیش نہیں کی جا سکتی۔ کہ کسی شخص نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا ہو۔ اور اپنے پاس سے جھوٹا الہام بنا کر خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہو۔ اور پھر اس کے بعد ۲۳ برس زندہ رہ گیا ہو۔ قرآن مجید میں سورہ الحاقہ پارہ ۲۹ میں اللہ تعالیٰ صاف طور سے فرماتا ہے کہ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ (الحاقہ ع ۲) اگر یہ اپنے پاس سے بعض جھوٹے اقوال بنا کر ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ اور اہل سنت و الجماعت کے عقائد کی معتبر کتاب شرح عقائد نسفی صفحہ ۱ پر لکھا ہے کہ یہ عقلی طور پر ناممکن ہے کہ ایک شخص جھوٹا دعویٰ نبوت کرے اور ثُمَّ یُمْهِلُهٗ ثَلَاثًا وَّعِشْرِیْنَ سَنَةً پھر خدا تعالیٰ اس کو ۲۳ برس کی مہلت دے۔ کیونکہ ہمارے آنحضرت صلعم راستبازوں کے سردار کو اللہ تعالیٰ ۲۳ برس کی مہلت دے اور وہی ۲۳ برس کی مہلت ایک جھوٹے بدکردار مفتری کو بھی دیدے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا اٹل قانون یہی ہے کہ وہ جھوٹوں کو ۲۳ برس کی مہلت نہیں دیا کرتا

(۲)

جہاں خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ مفتری علی اللہ کو ۲۳ برس کی مہلت نہیں دیتا۔ اور اسے ناکام و نامراد اور خائب و خاسر کر کے ہلاک کرتا ہے۔ وہاں اس کا اپنے سچے نبیوں کے متعلق یہ بھی قانون ہے کہ وہ ان کو دنیا میں کامیاب و کامران مظفر و منصور کرتا ہے۔ اور ان کے ماننے والوں کو تدریجی طور پر بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ اور یہی ان کی صداقت کی دلیل ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے:—

اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغَالِبُوْنَ۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ منکرین کو چاروں طرف سے دن بدن آہستہ آہستہ کم کرتے چلے آتے ہیں۔ کیا اب بھی ان کو گمان ہے کہ وہ غالب آ جائیں گے۔؟ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

غرضیکہ صادق اور راستباز کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ یکدم فوری طور پر کچھ ترقی کر جاتا ہے۔ مگر فوراً ہی اسی سرعت اور تیزی کے ساتھ ہلاک بھی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہوا۔ ایک لاکھ کے قریب لوگ ایک سال میں اس کے ساتھ ہو گئے۔ مگر ایک ہی سال میں وہ سب اس سے علٰحدہ ہو گئے۔ اور وہ انتہائی ذلت اور خواری کے ساتھ قتل ہوا۔

مختصر یہ کہ سچے مدعی نبوت کی نشانی یہ ہے۔ کہ اس کے ماننے والے اس کے دشمنوں کے دیکھتے دیکھتے ہر روز آہستہ آہستہ ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس کے مخالفین کو کھلا موقع دیتا ہے کہ وہ الٰہی سلسلہ کو مٹانے کے لئے اپنا پورا زور صرف کر لیں۔ آج بھی کوشش کر لیں۔ کل بھی کوشش کر لیں۔ پھر کر لیں۔ پھر کر لیں۔ اکیلے بھی اور جمع ہو کر بھی اس کو مٹانے کے منصوبے سوچ لیں۔ تاکہ ان کو خدا کے نبی کی کامیابی کے متعلق یہ شبہ پیدا کرنے کا موقع نہ مل سکے کہ یہ ترقی اتفاقی طور سے ہو گئی۔ ورنہ اگر ہم ساری طاقت صرف کر لیتے تو یہ سلسلہ ضرور تباہ ہو جاتا۔ پس خدا تعالیٰ نے **صادق کی نشانی** ہی یہ رکھی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کی کوششوں کے باوجود آہستہ آہستہ بڑھتا چلا جاتا ہے

دنیا اس کو مٹانا چاہتی ہے مگر مٹا نہیں سکتی

اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ (مائدہ ع ۸)

(۳)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے آج سے نصف صدی قبل قادیان کی مقدس سرزمین سے خدا تعالیٰ کی طرف سے اصلاح خلق کے کام پر مامور ہونے کا دعویٰ کیا۔ چاروں طرف سے آپ کو مٹانے کے لئے کوششیں کی گئیں۔ ہر سمت سے مخالفانہ آوازیں بلند ہوئیں اور علماء اور عوام نے ملکر خدا کے اس جری کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ آپ کا دعویٰ یہ تھا کہ میں نے اپنے رسول مقتدیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی کر کے آپ کی غلامی اور قرآن مجید کی اشاعت کی تکمیل کا کام کرکے خدا تعالیٰ سے نبی کا لقب پایا ہے میرا مشن دنیا میں کسی نئی شریعت کا قائم کرنا نہیں۔ بلکہ قرآن مجید کی اشاعت کی تکمیل کا کام خدا تعالیٰ نے میرے سپرد فرمایا ہے۔ قیامت تک کوئی شریعت نہیں آ سکتی جو قرآن مجید کو منسوخ کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر کوئی انسان کوئی روحانی درجہ حاصل نہیں کر سکتا ہاں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے آپ کو یہ...... قوت قدسی عطا فرمائی کہ آپ کی پیروی اور اطاعت کے نتیجہ میں نبوت کا مقام بھی رکھا ہے اور کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی موجودہ قابل رحم حالت پر رحم کھایا ہے۔ اور ایسے وقت میں ایک طرف کفر۔ اور شرک۔ ضلالت اور گمراہی اور بدعملی اسلام کو کھا رہی تھی تو دوسری طرف عیسائیت کا تہذیب اپنی پوری طاقت کے ساتھ اسپر حملہ آور ہو رہا تھا۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل اور آپ کے پاک نمونہ کو از سر نو دنیا میں قائم کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابتدائے دعویٰ ہی میں جب آپ فرد واحد اور تن تنہا تھے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر پیشگوئی شائع فرمائی کہ ابتداء میں دنیا مجھ کو قبول نہیں کرے گی اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ میرا مقابلہ کرے گی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ دنیا میں مجھ کو کامیاب و کامگار فرمائے گا۔

فحان ان تعان و تعرف بین الناس

کہ وقت قریب آ گیا ہے کہ تیری مدد کی جائے اور نصرت کی جائے اور تجھ کو دنیا میں مشہور کیا جائے

وسع مکانک ولا تسئم عن الناس

اپنے مکانوں کو وسیع کر دے تیرے پاس کثرت سے قادیان میں لوگ آئیں گے۔ دیکھ لوگوں کی کثرت سے گھبرا نہ جانا

یاتون من کل فج عمیق ویاتیک من کل فج عمیق

کہ تیرے پاس اس کثرت سے لوگ آئیں گے کہ سڑکوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔

"I Will Give You a Large Party of Islam."

میں تجھے ایک خاص جماعت عطا کروں گا۔ غرضیکہ وہ الٰہی وعدے تھے جن کو حضرت مسیح موعود نے ۱۸۸۰ء میں اپنی کتاب براہین احمدیہ میں شائع فرمایا۔ آپ اس وقت ایک فرد واحد اور مجہول الناس تھے۔ اس زمانہ کی نسبت حضرت خود تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور میرے پر ایک زمانہ گذرا ہے۔ کہ بجز چند گاؤں کے لوگوں کے۔ اور کوئی مجھ کو نہیں جانتا تھا۔ یا کچھ ارد گرد کے دیہات کے لوگ تھے کہ روشناس تھے اور میری یہ حالت تھی کہ کبھی سفر سے اپنے گاؤں میں آتا تو کوئی مجھ کو نہ پوچھتا تھا۔ کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ اور اگر میں کسی مکان میں اترتا۔ تو کوئی سوال نہ کرتا کہ تو کہاں اترا ہے؟ اور میں اس گمنامی اور اس حال کو بہت اچھا جانتا تھا۔ اور شہرت اور عزت اور اقبال سے پرہیز کرتا تھا۔ پھر میرے رب نے مجھے عزت اور برگزیدگی کے گھر کی طرف کھینچا۔ اور مجھے اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ مجھے مسیح موعود بنائے گا۔ اور اپنے عہد مجھ میں پورے کرے گا۔ اور میں اس بات کو دوست رکھتا تھا کہ گمنامی کے گوشہ میں چھوڑا جاؤں"

(ریویو آف ریلیجنز اردو ۱۹۰۳ء صفحہ ۵)

پھر فرماتے ہیں ؎

میں تھا غریب و بیکس و گمنام بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

بھائیو! مندرجہ بالا پیشگوئیوں کو براہین احمدیہ میں کھول کر پڑھو جو ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۴ء کی چھپی ہوئی ہے۔ اور پھر قادیان آ کر ان کو حرف بحرف پورا ہوتے دیکھ لو۔ پھر خدارا غور کرو کہ دنیا میں آج بھی بیسیوں نبوت کے جھوٹے مدعی موجود ہیں ان کو اس قدر قبولیت کیوں نہیں ہوتی۔ ان کے مقام کیوں "مرجع خواص" نہیں بنتے؟ وہاں کے لوگوں کی آمد و رفت کی کثرت کی وجہ سے سڑکوں میں گڑھے کیوں نہیں پڑتے۔؟ اور سب سے بڑھ کر یہ ان پر دوسرے فرقوں کی طرف سے کفر کے فتوے کیوں نہیں لگتے؟ وہاں "احرار کانفرنسیں" کیوں نہیں منعقد ہوتیں؟ کیا اس کی یہی وجہ نہیں کہ مخالفین کو یقین ہے کہ ان کے دام تزویر کو تار تار کر کے رکھ دینے والا خدا کا جری اس قادیان کی سرزمین میں پیدا ہوا۔ دوسرے مدعیان نبوت کے متعلق ان کو تسلی ہے کہ چونکہ ان کے پاس صداقت نہیں اسلئے ان کی طرف سے ان کو کوئی خطرہ نہیں خطرہ اسی کی طرف سے ہے جو حق و صداقت کا علمبردار ہے۔ اور جو خدا کے ان پیاروں کی جماعت کا ایک ممتاز فرد ہے۔ جن کے ساتھ ٹھٹھا مسخر ہمیشہ ہر زمانہ میں انسانوں کی پرانی عادت ہے۔

یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم
من رسول الا کانوا بہ یستھزءون

کہ افسوس ان بندوں پر کہ ان کے پاس ایک بھی ایسا نبی نہیں آیا جن کے ساتھ انھوں نے تمسخر نہ کیا ہو۔

(۴)

مسیح قادیانی علیہ السلام کے خلاف مخالفت کا ایک طوفان اٹھا۔ تمام دنیاوی طاقتیں آپ اور آپکے جاں نثار غلاموں کے خلاف متحد ہو گئیں۔ تمام ظاہری سازو سامان آپکے مخالفوں کی حمایت میں تھے۔ مگر ایک فوق الطاقت ہستی آپ کے ساتھ تھی۔ ایک وفادار مالک جسنے اپنے بھیجے ہوئے غلام کی مدد و نصرت کر کے تمام دنیا پر اس کو غالب کر دیا۔

۱۲۹۰ھ میں آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوئے۔ اور ۱۳۲۶ھ میں آپنے وفات پائی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۳۶ برس تک سلسلہ الہامات کے بعد زندہ رکھا۔ آپنے اپنے دعاوی کو کتابی صورت میں ۱۸۸۰ء میں شائع فرمایا۔ اور اس کے ۲۸ برس بعد تک آپ زندہ رہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۲۳ برس سے زیادہ مہلت دے کر اپنے فعل سے ثابت کر دیا کہ فی الواقع آپ خدا کی طرف سے تھے۔ کیونکہ جب سے آسمان و زمین بنے ہیں ایک مثال بھی اس امر کی پیش نہیں کی جا سکتی کہ کوئی جھوٹا مدعی نبوت یا ماموریت اپنی طرف سے جھوٹے الہامات بنا کر خدا کی طرف منسوب کرے اور پھر اس کے بعد ۲۳ برس تک زندہ رہ جائے

حضرت مسیح موعود کی جماعت نے بھی تدریجاً ترقی کی اور اب تک دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مجھے اس خدا کی کرم و عزیز کی قسم ہے جو جھوٹ کا دشمن ہے اور مفتری کو نیست و نابود کرنے والا ہے۔ میں اسی کی طرف سے ہوں اور اس کے بھیجنے سے عین وقت پر آیا ہوں اور اسی کے حکم سے کھڑا ہوا ہوں اور وہ میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ اور نہ میری جماعت کو تباہی میں ڈالے گا۔ جب تک وہ اپنے تمام کام کو پورا نہ کر لے۔ جس کا اس نے ارادہ فرمایا ہے" (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳)

"یہ سلسلہ آسمان سے قائم ہوا ہے۔ تم خدا سے مت لڑو۔ تم اس کو نابود نہیں کر سکتے۔ اس کا ہمیشہ بول بالا ہے۔ اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو۔ اور اس سلسلہ کو بے قدری سے مت دیکھو۔ جو خدا کی طرف سے تمہاری اصلاح کے لئے پیدا ہوا۔ اور یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا اور کوئی پوشیدہ ہاتھ اس کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ سلسلہ کب کا تباہ ہو جاتا۔ اور ایسا مفتری ایسی جلدی ہلاک ہو جاتا کہ اب تک اس کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ ملتا۔ کہ اپنی مخالفت کے کاروبار میں نظر ثانی کرو۔ کم سے کم یہ تو سوچو کہ شاید غلطی ہو گئی ہو اور شاید یہ لڑائی تمہاری خدا سے ہو"

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۲)

"مخالف چاہتے ہیں کہ میں نابود ہو جاؤں اور ان کا کوئی ایسا داؤں چل جاوے کہ میرا نام و نشان نہ رہے۔ مگر وہ ان خواہشوں میں نامراد رہینگے۔ اور نامرادی سے مرینگے۔ اور بہتیرے ان میں سے ہمارے دیکھتے دیکھتے مر گئے اور قبروں میں حسرتیں لے گئے۔ مگر خدا میری تمام مرادیں پوری کرے گا یہ نادان نہیں جانتے کہ جب میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس کام میں مشغول ہوں تو میں کیوں ضائع ہونے لگا۔ اور کون ہے جو مجھے نقصان پہنچا سکے"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۹)

"دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی مگر وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے یہ ان لوگوں کی بدقسمتی اور سراسر غلطی ہے کہ وہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے خود اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ اے لوگو تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک میرے ساتھ وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب ملکر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے تمہاری ناکیں گھس جائیں تب بھی خدا تمہاری دعا نہیں سُنے گا۔ اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے کام کو مکمل نہ کر لے۔ پس اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ نہیں چھوڑتا" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳)

"دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں کیا اس آسمانی کارروائی کو انسان روک سکتا ہے؟ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے ہیں وہ سب کرو۔ اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو ناخنوں تک زور لگاؤ اور اتنی بد دعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ۔ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو۔ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ مگر بدقسمت انسان دور سے اعتراض کرتے ہیں۔ جن دلوں پر مہریں ہیں ان کا ہم کیا علاج کریں۔ اے خدا تو اس امت پر رحم کر"

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶)

"ہر ایک مخالف کو چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سلسلہ کے نابود کرنے کے لئے کوشش کرے اور ناخنوں تک زور لگاوے اور پھر دیکھے انجام کار وہ غالب ہوا یا خدا؟ پس یقیناً سمجھو کہ صادق ضائع نہیں ہو سکتا۔ وہ فرشتوں کی فوج کے اندر پھرتا ہے بدقسمت وہ جو اسے شناخت نہ کرے"

پیارے بھائیو! ہم آپسے خدا کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ آپ ذرا ٹھنڈے دل سے خدا تعالیٰ کی اس سنت قدیمہ پر جو اس کی سچے نبیوں کے متعلق ہے ایک نظر ڈالیں۔ ۲۳ سالہ معیار پر غور فرمائیں۔ پھر حضرت مسیح موعود آپکے مخالفین کی طرف سے شدید مخالفت اور اس کے بالمقابل آپ کی استقامت۔ اولو العزمی کو دیکھیں اور پھر ان مخالف حالات میں جماعت احمدیہ کی ترقی پر غور فرمائیں تو یقیناً آپ کو علم ہو جائیگا کہ حق اور راستبازی کس طرف ہے۔ اور کون وہ فریق ہے جو دن رات خدا تعالیٰ کی بے شمار نصرتوں سے موید و منصور ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکے ساتھ ہو اور آپ کو حق قبول کرنے کی توفیق دے۔ آمین)